سوشلسٹوں کی تحریف فی القرآن

از جناب ریاض الحسن صاحب نوری

۱۹۶۵ء میں جب بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بغیر کسی اعلانِ جنگ کے ہندوستان نے پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا تھا تو اس کے جواب میں سابق صدر نے کلمہ پڑھتے ہوئے افواجِ پاکستان کو جہاد کا حکم دیا تھا۔ تمام قوم نے اس وقت رجوع الی اللہ اختیار کیا۔ فلمی گانوں کی بجائے فضائیں حمد و نعت سے معمور ہو گئیں۔ اللہ سے گڑگڑا کر دعا کی گئی تو اللہ نے فتح و نصرت عطا فرمائی اور دشمن اپنی پانچ گنا طاقت اور امریکہ و روس کی پشت پناہی کے باوجود پسپا ہو گیا۔ تمام دنیا میں پاکستانی افواج کی دھاک بیٹھ گئی اور پاکستان کا نام بلند ہو گیا۔

مگر جب سے ہمارے ملک میں کچھ لیڈروں نے اسلام اور نظریۂ پاکستان سے منہ موڑ کر سوشلزم کا نعرہ بلند کیا ہے اور صوبائی عصبیت کو ہوا دینی شروع کی ہے اس وقت سے اس بے دین نعرہ کی بدولت میں پاکستان یکے بعد دیگرے مصیبت در مصیبت سے دوچار ہو رہا ہے۔ سوشلسٹ حکومتیں اور لیڈر غیر ممالک میں نفوذ کرتے اور وہاں اپنے ایجنٹ پیدا کر کے سوشلسٹ سامراج قائم کرنے کی نیت سے نعرہ لگاتے ہیں کہ تمام دنیا کے مزدور ایک ہیں۔ لیکن جن علاقوں پر ان کی حکومت کا قبضہ ہو جاتا ہے یا جس جگہ وہ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں صوبائی، لسانی اور علاقائی عصبیتوں کو ہوا دینے لگتے ہیں۔ روسی ترکستان[1]

---

[1] یاد رہے کہ ترک مسلمانوں کے بطلِ حریت انور پاشا ماسکو گئے تھے اور سوشلسٹوں کی باتوں میں آکر روسی ترکستان میں کام کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ مگر جلد ان پر سوشلسٹوں کا فریب واضح ہو گیا اور وہ ان کے خلاف ہو گئے انہوں نے آخر کار روسی ترکستان کے مجاہدوں کی کمان کرتے ہوئے بالشویکوں کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش کیا۔ غرض ان کا خون بھی سوشلسٹوں کے سر ہے۔

کو چھوٹے چھوٹے علاقوں میں تقسیم کر کے وہاں معروف سامراجی پالیسی DIVIDE AND RULE پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو، کی پالیسی پر مسلسل عمل کیا جا رہا ہے۔

آج جو کچھ مشرقی پاکستان میں ہوا ہے اس کا خطرہ قائداعظم نے اپنے زمانے میں محسوس کر لیا تھا اور اس کے خلاف متنبہ بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں تین لاکھ کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"میں بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں آپ لوگوں کو بتانا ہوں کہ آپ میں چند کمیونسٹ اور دیگر غیر ملکی ایجنٹ ہیں جو غیر ممالک سے مالی امداد حاصل کرتے ہیں اور اگر آپ محتاط نہ ہوئے تو آپ کو بدنامی کا داغ اٹھانا پڑے گا[1]"

آج ہمارے سامنے کی بات ہے کہ ہماری حکومتوں نے قائداعظم کی اس نصیحت پر کان نہ دھرا۔ سوشلسٹوں کو سرکاری دفتروں، تعلیم گاہوں، اخباروں، ریڈیو، ٹیلیویژن ہر مقام پر کام کرنے کے مواقع ملتے رہے۔ بلکہ ان کو دوسرے لوگوں پر فوقیت دی جاتی رہی۔ اس کے نتیجہ میں یہ حضرات اس سے بھی کہیں زیادہ کر گزرے جتنا کہ قائداعظم کو خطرہ تھا۔ اسی تقریر میں انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "بھلا یہ کہنے کا کیا فائدہ ہے کہ ہم بنگالی یا سندھی یا پٹھان یا پنجابی ہیں؟ نہیں ہم مسلمان ہیں۔" یہ ایک حقیقت ہے کہ سوشلسٹ قائداعظم کے نزدیک ہمیشہ مشکوک رہے ———— اب کچھ عرصہ سے سوشلسٹ حضرات پروپیگنڈے[2]

---

[1] P. 485 SPEECHES AND WRITINGS OF MR. JINNAH VOL II PUBLISED BY (SH. MUHAMMAD ASHRAF 1964

مزید ایک تقریر میں آپ نے کمیونسٹوں کو چالاک کہا اور بتایا کہ انہوں نے سرخ، روسی، کانگریسی، لیگی سب جھنڈے اپنا رکھے ہیں۔ جب ایک آدمی کے اتنے جھنڈے ہوں تو میں مشکوک ہو جاتا ہوں۔ اس پر سامعین نے قہقہہ لگایا (صفحہ ۵۹۱ مجلد دوم)

[2] بیڈن روڈ لاہور میں ایک بڑے پلاسٹک کے ٹکڑے پر یہ موضوع اور بے معنی حدیث آویزاں رہی کہ "کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کافر ہے"۔ حالانکہ اصل حدیث یہ ہے کہ اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما یعنی جو کسی مسلمان بھائی کو یا کافر کہہ کر پکارے تو بات ان میں سے ایک کی طرف لوٹ آئے گی اس کی شرح میں ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اگر کہنے والا سچا ہوا تو پھر ٹھیک ہے ورنہ اگر جھوٹا ہے تو جھوٹ کا گناہ کہنے والے پر لوٹ آتے گا جھوٹا الزام عائد کرنے کی وجہ سے اسے جھوٹ کا گناہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ وہ کافر بن جائے گا۔ اور یہی بات عقلاً بھی واضح ہے۔

ہیں اس قدر بے باک اور شرم و حیا سے عاری ہو چکے ہیں کہ انہوں نے جھوٹی احادیث گھڑنے اور قرآنی آیات کے ترجموں میں تحریف کا آغاز کر دیا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ قرآن میں معنوی تحریف سے جتنا صدمہ ہمیں پہنچا ہے اتنا ہی ہر مسلمان کو پہنچا ہوگا۔ چاہے وہ عوام الناس میں سے ہو یا عساکر پاکستان میں سے ہو یا سرکاری ملازمین سے۔ کیونکہ مسلمان قرآن میں تحریف ہرگز نہیں برداشت کر سکتا۔ جب اصل آیات نہ دی جائیں، اور صرف تحریف شدہ ترجمہ دے دیا جائے تو بات معنوی تحریف سے بڑھ کر لفظی تحریف کے دائرہ میں آجاتی ہے۔

۸ مئی ۱۹۷۱ء کو اشتراکیت کے علمبردار روزنامہ "مساوات" نے ایک بڑا پُرفریب اور شرانگیز اداریہ لکھا جس میں تمہید کے بعد بہت سی قرآنی آیات کا تحریف شدہ ترجمہ دیا گیا تھا۔ ہم اس اداریہ کا کچھ حصہ اور بطورِ نمونہ چند آیات پیش کرتے ہیں ورنہ تمام آیات کا ترجمہ تحریف شدہ ہے اور فساد پھیلانے کی غرض سے کیا گیا ہے۔ تمام سلف و خلف کو بُرا کہتے ہوئے مساوات اپنے اداریہ میں یُوں لکھتا ہے:

> "قرآنی اسلام ہماری نظروں سے چھپا لیا گیا ہے اور حضورؐ کے کُلّی نظام کے تذکرے بھی اب صحت کے ساتھ کتابوں میں نہیں ملتے ۔ ۔ ۔ ۔ مگر حیف ہے کہ پیشہ ور مفسّر اور سامراجی مولوی اس کی اصلاح کے لیے قرآنی تدابیر پر عمل کرنے کی بجائے اسی یورپی سرمایہ دارانہ نظام کو چند فروعی اور رسمی اصلاحات کے بعد عین اسلام قرار دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔"

حضورؐ نے اقوامِ عالم کو جو سبق پڑھایا تھا اس کے مطابق اسلام ایک کُلّی اور مکمل اجتماعی ضابطہ ہے جس کی مستقل اقدار قرآن کے الفاظ میں یہ ہیں:-

- ہر انسان محض انسان ہونے کی جہت سے یکساں واجب الاحترام ہے (بنی اسرائیل - ۷۰)
- ذرائع رزق ہر ضرورت مند کے لیے یکساں کھلے رہیں گے ان پر کسی کی ذاتی ملکیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ (حٰم السجدہ ۱۰ - الرحمٰن: ۱۰)
- کسی شخص کو دوسروں پر حکومت کا حق نہیں (آل عمران - ۷۹)
- خدا کی اونٹنی خدا کی زمین میں کھلے بندوں چرے گی (اعراف ۷۳)

یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ ایڈیٹر صاحب نے صرف قرآنی الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اپنی طرف سے کوئی

لفظ نہیں بڑھایا - اونٹنی - الٰی آیت میں کھلے بندوں، کے الفاظ قوسین میں دیئے ہیں۔ گویا کہ یہ جتایا ہے کہ صرف یہ دو الفاظ اپنی طرف سے مفہوم سمجھانے کے لیے اضافہ کیے ہیں، اس لیے بڑی احتیاط برتتے ہوئے ان کو قوسین میں کر دیا گیا ہے۔

اب ہم نمبروار ان آیات کو لیتے ہیں اور ان میں ایڈیٹر کی تحریف اور فریب کو واضح کرتے ہیں:

★ ہر انسان محض انسان ہونے کی جہت سے یکساں واجب الاحترام ہے (۱۷-۷۰)

اصل آیت عربی میں یوں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (۱۷-۷۰)

مولانا تھانوی، جنہوں نے ترجمہ میں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کی پیروی کی ہے مگر جدید اُردو استعمال کی ہے، وہ اس آیت کا یُوں ترجمہ فرماتے ہیں "اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی"۔ آربری اور پکتھال نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔ مولانا تھانوی اور سلف کے تمام مفسرین یہی فرماتے ہیں کہ اس سے مطلب یہ ہے کہ حیوانات اور نباتات وغیرہ پر انسانوں کو فوقیت دی۔ انسان پر خدا کی نعمتیں اور مخلوق سے زیادہ ہیں۔ اس لیے انسان کی پکڑ بھی سخت ہوگی، اس بات پر اگلی آیت ۷۱ کا مضمون دلالت کر رہا ہے جس میں آخرت اور نامۂ اعمال کا ذکر ہے حیوانات اور نباتات اس حساب کتاب سے مبرا ہیں۔

ایڈیٹر مساوات نے اوّل تو مکمل آیت کا ترجمہ نہیں دیا۔ صرف پہلے چند الفاظ کو لیا ہے باقی طویل حصہ کو چھوڑ دیا۔ پھر 'یکساں' کے لفظ کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔ اس طرح سے اصل مفہوم کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس معنی کا لفظ پوری آیت میں موجود نہیں۔ اسی کو تحریفِ لفظی کہتے ہیں۔ قرآن میں کہیں بھی یہ بات نہیں کہی گئی کہ تمام انسان یکساں واجب الاحترام ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس کہا گیا ہے:

...قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ..... (الزمر-۹)

ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانوی "بھلا جو شخص اوقاتِ شب میں سجدہ وقیام کی حالت میں عبادت

کر رہا ہو۔ آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو۔ آپ کہیے کیا علم والے اور جہل والے دکھیں، برابر ہوتے ہیں۔ وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہلِ عقلِ سلیم ہیں۔

پھر ارشادِ الٰہی ہوتا ہے۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ .... (المومن - ۵۸)۔

ترجمہ: "اور نہیں برابر ہوتا اندھا اور آنکھوں والا اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے، تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو"

ہم پوچھتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب کو آیت میں یوں قطع و بُرید کی کیا ضرورت پیش آئی؟ ——

—— بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیکوکار اور بدکار، صالح اور فاسق، وفادار اور غدار، مسلمان اور غیر مسلم سب کو ایک ہی درجہ میں سمجھتے ہیں اور ایک ہی مقام دینا چاہتے ہیں۔ اسی لیے ہمارے ملک کی کالعدم عوامی لیگ اور دوسری سوشلسٹ پارٹیوں نے نہ صرف مسلم کا لفظ اپنی جماعتوں سے خارج کیا بلکہ غیر مسلموں کے لیے اپنے دروازے کھول دیئے حالانکہ اصل مسلم لیگ میں صرف مسلمانوں کو ممبرشپ کی اجازت تھی۔ اس طرح سے یہ لوگ قائد اعظم کے دو قوموں کے اسلامی نظریہ کو ختم کر کے کانگرس کے ایک قوم کے کافرانہ نظریے پر فی الحقیقت عمل کر رہے ہیں۔

اسلامی اخوت کو ختم کرنے کے بعد دوسرا قدم ان کا یہ ہے کہ صوبائی عصبیت اور لسانی عصبیت کو ہوا دی جائے۔ ہندو بنگالی اور مسلمان بنگالی کو ایک قوم بنایا جاتا ہے۔ امیر غریب کو یکساں واجب الاحترام نہیں بنایا جاتا بلکہ امیروں کے خلاف منافرت پھیلا کر کاریں جلانے اور کارخانوں کو آگ لگانے کے گر سکھاتے جاتے ہیں[1] پھر پنجابیوں، سندھیوں اور پٹھانوں کو جو سب مسلمان ہونے کی وجہ سے قرآنی حکم کے مطابق بھائی بھائی ہیں آپس میں لڑا دیا جاتا ہے۔ پارٹی میں جو شریف لوگ ہوتے ہیں وہ اگر غنڈوں کی شمولیت پر اعتراض کرتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ قرآن کی رُو سے بطور انسان ہونے کے سب یکساں واجب الاحترام ہیں اس لیے غنڈوں اور مجرموں کو پارٹی میں شامل کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔

اب ان کے حوالہ کی دوسری آیت کو لیجیے:

---

[1] مثلاً طارق علی کی کتاب NEW REVOLUTIONARIS کا پہلا سنو لٹنے ہی ٹوبان کاک ٹیل کی تصویر اور نسخہ نظر آتا ہے۔

● ذرائع رزق ہر ضرورت مند کے لیے یکساں کھلے رہیں گے۔ان پر کسی کی ذاتی ملکیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ (۴۱-۱۰-۱-۵۵-۱۰)

اب ہم حوالے کی دونوں آیات کو باری باری لیتے ہیں او ثابت کرتے ہیں کہ جو ترجمہ انہوں نے کیا ہے وہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔

آیت ۴۱-۱۰ اور اس سے اگلی پچھلی آیات یوں ہیں:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ـ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ـ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ ....الخ

ترجمہ: "کہو کیا تم کفر کرتے ہو ساتھ اس کے جس نے پیدا کیا ہے زمین کو دو دنوں میں۔ اور تم اس کے ٹھیراتے ہو، یہ ہے پروردگار تمام جہانوں کا اور اس نے زمین میں اس کے بیچ پہاڑ بنا دیئے اور اس (زمین) میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں، اس میں اس کے رہنے والوں کی غذائیں تجویز کر دیں۔ بیچ چار دن کے جو پورے ہیں پوچھنے والوں کے لیے۔ پھر آسمان کے بنانے کی طرف توجہ فرمائی اور وہ اس وقت دھوآں سا تھا۔"

آزیری نے آیت کے مطلب کے طور پر یہی لکھا ہے کہ یہ تخلیق چار دنوں میں ہوئی جو مقدار میں برابر تھے (FOUR EQUAL DAYS) "سائلین" کا ترجمہ شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا تھانوی وغیرہ نے "پوچھنے والے" کیا ہے۔ امام طبری نے حسن بصری اور قتادہ سے مختلف طرق سے یہی معنی نقل کیے ہیں۔ مشہور شیعہ مفسر طبرسی کے نزدیک بھی یہی معنی محقق ہیں۔ البتہ طبری نے ابن زید کا مزید قول بھی نقل کیا ہے کہ (سواءً للسائلین) تقدر ذالک علی قدر مسائلھم، یعلم ذالک انہ لایکون من مسائلھم شیئ الا قد علمہ قبل ان یکون یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی حاجت کے مطابق اشیاء اور مختلف قوتیں زمین میں رکھ دی ہیں اور اللہ کو ان حاجات کے پیدا ہونے سے پہلے علم تھا کہ ان کو کس کس چیز کی حاجت اور ضرورت ہو گی۔ اس لیے سب چیزیں قبل ہی تخلیق فرما دیں۔

گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ انسانی آبادی کثرت سے دور دور پھیل جائے گی

اور انسان کو تیز رفتار ذرائع آمد و رفت کی ضرورت پڑے گی اس لیے زمین میں پٹرول وغیرہ کو تخلیق فرمایا علیٰ ہذا القیاس

راقم الحروف نے قریب قریب سب ہی معروف عربی تفاسیر دیکھیں مگر کہیں سے بھی سوشلسٹوں کی اس تعبیر کی تائید نہیں ہوتی۔ مصر کے مشہور مفسر المراغی نے لکھا ہے کہ یہ تخلیق کامل چار ایام میں کی گئی اور تمام حاجت مندوں جن میں انسان اور حیوان سب شامل ہیں ان کی ضروریات کا بندوبست کیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا قول يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ ہی سے سوال کرتی ہے) دلالت کرتا ہے۔

ابن کثیرؒ کا قول ہے کہ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے۔ اب دیکھیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (ابراہیم ۳۳-۳۴)

ترجمہ "اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا اور جو چیز تم نے مانگی تم کو دی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے۔ (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی ظالم اور کفر کرنے والا ناشکرا ہے" یہاں یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کے مطابق سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔

وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جب انسان نے گھوڑوں کو سدھا کر ان پر سواری کرنی چاہی تو اس میں انہیں کامیاب کر دیا اور جب چاند پر پہنچنا چاہا تو ان کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ اس خیال کو ڈاکٹر اقبال نے اپنی نظم میں یوں بیان کیا ہے:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں　　راہ دکھلائیں کسے؟ رہرو منزل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں　　ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ہم یہاں اتنا عرض کر دیں کہ قرآن میں جو دنیا کے چھ ایام میں تخلیق ہونے کا ذکر ہے وہ یہ عام دن نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ہاں کا یوم ہزاروں لاکھوں سالوں کا بھی ہوتا ہے[1]۔ جارج گیمو نے اپنی کتاب

[1] قرآن میں ایک یوم ہزار سال اور پچاس ہزار سال کے برابر ہونے کا ذکر ہے۔

THE BIRTH AND DEATH OF THE SUN کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ کائنات سائنسی حساب سے چھ ارب سالوں میں پیدا ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس سے ایام کے برابر ہونے کا مسئلہ بھی صاف ہو جاتا ہے۔ اس بحث کی تفصیل یہاں ممکن نہیں۔

(باقی)

تفہیم القرآن —— پشتو زبان میں

پشتو زبان میں تفہیم القرآن کے حسبِ ذیل اجزاء شائع ہو چکے ہیں:

سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ پر مشتمل جلد کا ہدیہ چار روپے

سورۂ آلِ عمران والنساء " " " " تین روپے پچاس پیسے

سورۂ الاعراف " " " " دو روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ: مولانا راحت گل صاحب جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک

ضروری اعلان

ماہنامہ ترجمان القرآن کے ایجنٹ حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وی پی پیکٹ واپس آجانے کی وجہ سے ادارہ کو کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لہٰذا ایجنٹ حضرات توجہ فرمائیں اور وی پی پیکٹ وصول فرما کر اپنی اخلاقی ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہیے۔ رسالہ ہر ماہ کے پہلے ہفتے حوالۂ ڈاک کر دیا جاتا ہے، اس لیے تعاون کے جذبہ سے ادارہ کو ممنون فرمائیں۔

مینجر

رسائل و مسائل

(ابوالاعلیٰ مودودی)

قومِ ثمود کے مساکن

سوال: ڈاکٹر نکلسن نے اپنی معروف تصنیف "اے لٹریری ہسٹری آف دی عربز" (عربوں کی ادبی تاریخ) کے پہلے باب میں "افسانۂ ثمود" کے زیر عنوان یہ رائے درج کی ہے:

"قرآن میں ثمود کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ ایسے مکانوں میں رہتے تھے جو انہوں نے چٹانوں سے کاٹ کر بنائے تھے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ محمد کو ان تراشیدہ غاروں کو صحیح حقیقت معلوم نہیں تھی جو آج بھی حجر (مداین صالح) میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ مدینہ سے شمال کی طرف ایک ہفتے کے سفر پر واقع ہیں اور ان پر نبطی زبان میں جو کتبے کندہ ہیں انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ مکانات نہیں بلکہ مقبرے ہیں" (ص ۳، کتاب مذکور)

میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں خاکسار کے شرحِ صدر کے لیے اپنی تحقیق سے آگاہی بخشیں گے۔"

جواب: نکلسن بچارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی بارہا اس راستے سے گزرے تھے جہاں ثمودی عمارات واقع ہیں اور نبوت کے بعد بھی غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ کا اور آپ کے لشکر کا گزر وہاں سے ہوا تھا۔ اس زمانے کے اہلِ عرب خوب جانتے تھے کہ قوم ثمود کا علاقہ یہی ہے اور ثمود کے لوگوں ہی نے پہاڑوں کو کھود کر ان میں یہ عمارتیں بنائی تھیں۔ اسی وجہ سے قرآن کے اس بیان کو اس زمانے کے اہلِ عرب نے کبھی چیلنج نہیں کیا۔

میں نے خود حجر کے علاقے میں ثمودی عمارات بھی دیکھی ہیں اور نبطی علاقے میں بھی گیا ہوں اور ان کی قدیم عمارات کو دیکھا ہے۔ دونوں کے طرزِ تعمیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صرف یہ بات کہ ثمودی عمارات

پر آج نبطی کتبات پائے جاتے ہیں اس امر کا ثبوت نہیں ہو سکتی کہ یہ دراصل نبطی عمارات ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں جب یہ علاقہ نبطیوں کے قبضے میں آیا ہو تو انہوں نے اپنے کتبات ان پر ثبت کر دیئے ہوں۔

سوال ۲: آپ کی عنایت پر بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کے اشارات سے مجھے غور فکر کے لیے کافی مواد مل گیا۔ تاہم محسوس ہوتا ہے کہ گزشتہ مرتبہ مجھ سے عرضِ مطلب میں کوتاہی ہوئی ہے۔ اصل مسئلہ یہ نہیں تھا کہ یہ عمارات ثمودی ہیں یا نبطی۔ نہ نکلسن نے اس امر کی نفی کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان عمارات کا مشاہدہ فرمایا تھا اور اہلِ عرب ان کے ثمودی ہونے کو تسلیم کرتے تھے۔ بلکہ خود نکلسن بھی ان کے ثمودی ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اصل بات یہ تھی کہ قرآنِ پاک میں انہیں "بیوت" کہا گیا ہے۔ اگرچہ علی سبیل العموم ان سے کوٹھڑیاں (جو کسی بھی مقصد کے لیے ہوں) مراد لی جا سکتی ہیں تاہم قریب ترین تاثر یہی پیدا ہوتا ہے کہ مراد "گھر" ہیں۔ نکلسن یہ کہتا ہے کہ یہ "گھر" نہیں ہیں، "مقبرے" ہیں۔ اس دوران خاکسار نے ورق گردانی سے یہ معلوم کیا ہے کہ نکلسن ڈاؤٹی "DOUGHTY" کے حوالے سے یہ بات کہتا ہے جو ایک انگریز سیاح تھا جس نے ۱۸۷۵ء میں کاروانِ حج کے ساتھ سفر کرتے ہوئے حجر کے مقام پر توقف کیا، ان عمارات کی ڈرائنگ کی اور ان پر کھدی ہوئی عبارتوں کو نقل کر کے یہ مواد فرانس کے مشہور عالم السنہ سامیہ جوزف رینان کو بھیج دیا۔ بعد ازاں کیا ہوا، یہ میں معلوم نہیں کر سکا۔ بہر حال اسی شخص کے حوالے سے نکلسن نے یہ کہا ہے کہ ان کتبات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ یہ عمارات جن کو قرآن "بیوت" کے لفظ سے یاد کرتا ہے، فی الحقیقت مدفن ہیں۔

بلاشبہ کلام اللہ میں جو کچھ آیا ہے درست ہے اور اُس کے برخلاف جس کسی نے بھی جو کچھ نتیجہ نکالا ہے وہ ضرور کسی نہ کسی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ تاہم جب خالص علمی سطح پر تاریخی آثار کو گواہ بناتے ہوئے کوئی شخص کسی خاص مسئلے کی نشاندہی کرے تو اُسی سطح پر اُس کی تحقیق و تردید ضروری ہو جاتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ نکلسن کی یہ کتاب ایک طویل عرصے سے ہمارے ہاں متداول ہے اور ہر سال مسلمانوں کا ایک جمِ غفیر بچشمِ خود ان کتبات کو دیکھنے اور نقل کرنے پر قادر ہے لیکن آج تک کسی نے یہ نہیں کیا کہ علمی سطح